اداریہ:

# مقبوضہ سرزمین اور آزادئ دین

آزادی، جمہوریت اور انسانی حقوق ایسی مقبول و پسندیدہ اصطلاحات ہیں جن کی افادیت، آفاقیت اور موثر کارکردگی سے انکار ناگزیر ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کا ہرذی شعور انسان ان اصطلاحات کی عظمت و اہمیت کا اعتراف کرتا ہے لیکن اس حیرت انگیز حقیقت کی تردید ناممکن ہے کہ عصر حاضر کی سامراجی طاقتیں انہیں اصطلاحات کو اپنا موثر ہتھکنڈہ بنائے ہوئے ہیں اور اقوام عالم کومختلف النوع پابندیوں اور مہلک غلامی اور عدیم المثال بے سروسامانی کے چنگل میں دبوچنے میں ہمہ تن سرگرم ہیں۔ درحقیقت مغربی تہذیب وتمدن کے متوالوں اور علمبرداروں نے خودکو ان اصطلاحات کا خالق سمجھ رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انفرادی آزادی کا سوال ہو یا سماجی آزادی کا مسئلہ، جمہوریت کی تشکیل کا معاملہ ہو یا انسانی حقوق کی پیروی وفراہمی اور حفاظت و بحالی کا معاملہ ہرجگہ مغربی اصول و قوانین اور اعمال و اقدار کوکسوٹی کا درجہ دیا جاچکا ہے۔ آزادی نسواں کا معاملہ ہو یا مغربی و دیگر بیرونی طاقتوں کے ذریعہ دنیا کے ترقی پذیر ملکوں میں حقیقی آزادی کا معاملہ ہرجگہ اور ہرمرحلہ میں حقیقی آزادی کی کسوٹی مغربی تہذیب وتمدن کے سایہ میں پروان چڑھنے والی آزادی ہی قرار پاتی ہے جس کے بموجب آزادی اور بے بند و باری کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اور لامحدود و بے روک ٹوک والی آزادی مختصر سی مدت میں انسانی زندگی کو غیرمعمولی گھٹن میں مبتلا کردیتی ہے۔ اسی طرح آزادی نسواں کی تحریک کے سایہ میں مرد وعورت کو، جنہیں افزائش نسل انسانی کا ضمانت دار بناکر بھیجا گیا ہے، ایک دوسرے کا مخالف بناکر پیش کردیا جاتا ہے حالانکہ اس حقیقت کی تردید آج بھی ناممکن ہے کہ مرد وعورت ایک دوسرے کے لئے.لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مردکوعورت کی تکمیل اورعورت کومرد کی تکمیل و زینت کا وسیلہ بناکر بھیجا گیا ہے۔ چونکہ یہ حقیقت مغربی معیار پر کھری نہیں اترتی اس لئے مغربی ذرائع ابلاغ عامہ نے اس کومقبول نہیں ہونے دیا۔ جمہوریت کا بھی یہی حال ہے۔ مغربی دنیا خودکو جمہوریت کا خالق قرار دیتی ہے اور اس کا دعوی ہے کہ جمہوریت اور انسانی حقوق کی حفاظت کی آواز دنیا میں سب سے

پہلے مغربی مفکرین اور دانشوروں نے بلند کی ہے لیکن اب اس حقیقت کی پردہ پوشی کیسے کی جائے کہ گزشتہ نصف صدی سے آج تک مغربی اتحادی فوج فلسطین، لبنان، الجزائر، کویت اور اب افغانستان وعراق میں لاکھوں بے گناہوں کا قتل عام کرنے میں ہمہ تن سرگرم ہے اور اس کی نظر میں یہ مسلمان انسان نہیں ہیں؟ اسی وجہ سے انہیں آزادی اور جمہوریت جیسے بنیادی حقوق سے محروم کردیا گیا ہے! اور یہ سب کچھ انسانی حقوق و جمہوریت کی بحالی اور ان علاقوں کی ترقی وخوشحالی کے نام پر کیا جارہا ہے۔

درحقیقت آزادی جیسے گرانقدر مفہوم سے وابستہ مختلف النوع تحریکوں میں آزادی دین و مذہب کو خصوصی اہمیت حاصل رہی ہے کیونکہ مذہب اس عظیم سرمایہ کا نام ہے جو محض اس دنیا تک محدود نہیں بلکہ اس کا دائرہ کار ابدی حیات تک وسیع ہوتا ہے اور اس آزادی کو مذہبی اور دیندار جماعت اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتی ہے ۔ تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ان ادیان و مذاہب کو سرکاری حمایت و پشت پناہی اسی وقت تک حاصل رہا کرتی تھی جب تک مذہبی مراسم کے ذریعہ حکومت کو کسی قسم کا کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا تھا۔

واضح رہے کہ حکمرانوں اور اقتدار کے متوالوں کا کوئی مذہب نہیں ہوا کرتا بلکہ اس کے برعکس جب کبھی مذہب سے ان کے اقتدار کو خطرہ کی آہٹ محسوس ہوئی تو دین اور سیاست کے درمیان علحدگی کا راگ الاپتے ہوئے مذہبی عیسائی طاقت کو واٹیکن شہر اور اسلامی مذہبی طاقت کو مسجدوں کی چہار دیواری کے اندر محدود کردیا۔ فقط اتنا ہی نہیں بلکہ دین وحکومت کے درمیان اتنا وسیع فاصلہ قائم کردیا گیا کہ دیندار افراد کا حکومت و سیاست سے اور حکمراں و ماہرین سیاست کا مذہب سے کوئی سروکار باقی نہ رہ جائے۔ مذہب اور مذہبی افراد کے ساتھ کھلواڑ کا یہ سلسلہ اسی جگہ ختم نہیں ہوتا بلکہ کبھی ارباب حکومت کے اقتدار کو زیادہ خطرہ محسوس ہوتا تو مذہب اور مذہبی اقدار کو ڈھال کی طرح استعمال کرنے میں ان لوگوں کو کسی ہچکچاہٹ کا احساس بھی نہیں ہوا اور وقت گذرتے ہی ارباب اقتدار کی حمایت کرنے والے علماء بقول علامہ اقبال: ''دو رکعت کے امام'' بن کر رہ گئے اور انسانی حقوق کی، جس میں انفرادی، اجتماعی، سماجی، اقتصادی اور مذہبی حقوق بھی شامل ہیں، حفاظت کی ٹھیکیداری کا نیا سلسلہ شروع ہوگیا۔

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد ۱۹۴۸ء میں اقوام متحدہ کے عام اجلاس میں انسانی حقوق پر مبنی منشور کو منظوری حاصل ہوئی اور اس عالمی تنظیم نے دنیا کے ہر گوشہ میں انسانی

حقوق کی حفاظت و بحالی کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر سنبھال لی اور اپنے پسندیدہ دین کی پیروی ہر انسان کا مذہبی حق قرار پایا لیکن حقیقی صورتحال کچھ اور تھی۔ اس منشور میں یہ کہا گیا ہے کہ صرف آزاد ملک کے لوگوں کو ہی نہیں بلکہ مقبوضہ سرزمین میں زندگی بسر کرنے والوں کو بھی اپنے پسندیدہ دین کی پیروی کا حق حاصل ہوگا لیکن ہندوستان پر برطانوی حکومت کے غلبہ کے دوران پری پیکر خواتین کے ذریعہ غیر عیسائی نوجوانوں کو عیسائیت کی طرف راغب کرنے والی داستانوں کو کیسے نظرانداز کیا جاسکتا ہے اور اکبرالہ آبادی کی مشہور زمانہ نظم ''برق کلیسا'' کو کیسے فراموش کیا جاسکتا ہے جس میں اسلامی غیرت کی علمبرداری کے دعویدار خان صاحب پری پیکر دوشیزہ کو حاصل کرنے کے لئے اپنے پسندیدہ مذہب ''اسلام کو قصۂ ماضی'' کہنے میں ذرہ برابر شرم محسوس نہیں کرتے۔

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ جب سابق عراقی صدر صدام حسین نے جملہ عالمی اسلامی اور انسانی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کویتی مسلمانوں کا قتل عام کرتے ہوئے کویت پر اپنا قبضہ جمالیا تو امریکہ نے کویت کی آزادی کے بہانے اسلامی سرزمین پر اپنی فوجیں اتار دیں۔ بظاہر دنیا والوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جارہی تھی کہ امریکہ نے خلیج فارس میں امن و سلامتی قائم کرنے اور کویت کو صدام کے چنگل سے نجات دلانے کی لئے اپنی فوج بھیجی ہے خود صدام کو بھی یہ نہیں معلوم تھا کہ کویت کی آزادی اور اسلحوں کی نابودی کے نام پر عراقی عوام کو ایسے وحشیانہ مظالم کا شکار بنایا جائے گا جس کی مثال تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ یہ بات صرف فوجی کارروائی کے ذریعہ عراقی فوج سے کویت کی آزادی تک محدود نہ تھی بلکہ وہائٹ ہاؤس سے وابستہ مذہبی امور کے سربراہ نے عربی زبان میں ترجمہ شدہ بائبل کے ہزاروں نسخے بھی امریکی فوج کے ساتھ کویت روانہ کئے تھے تاکہ کویت اور علاقے کے دیگر عرب ممالک کے مسلمانوں کو عیسائیت کی طرف مائل کیا جاسکے اور انہیں یہ باور کرایا جاسکے کہ اسلام قتل و غارتگری کا مذہب ہے۔ واضح رہے کہ عالمی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گرد، خونخوار، قاتل، ظالم اور بے رحم کی حیثیت سے متعارف کرانے کا بنیادی مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ بم دھماکوں اور لاشوں کے انبار کے سایہ میں زندگی بسر کرنے والے مسلمان اپنے مقدس دین اسلام سے بیزار ہوکر عیسائیت کی طرف مائل ہوجائیں۔ یہی وجہ ہے کہ عالمی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ مسلمانوں کے خلاف ہی نہیں بلکہ ان کے پیغمبر کے خلاف توہین آمیز کارٹون اور بیانات شائع کئے جارہے ہیں اور یہ بیانات کسی عام آدمی کے ذریعہ نہیں بلکہ دنیائی عیسائیت کے سربراہ پوپ کے ذریعہ

بھی منظر عام پر آچکے ہیں اور اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ عالمی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مہلک سازشوں کا بازار گرم ہے اور گھر کو گھر کے چراغ سے آگ لگانے کا سامراجی کاروبار جاری ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو جس شخصیت کو خداوند عالم نے عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا تھا اس کے خلاف زہرآگین پروپیگنڈہ نہ کیا گیا ہوتا اور جس دین کی بنیاد ہی بارگاہ عالیہ خداوندی میں سر تسلیم خم کردینا اور اپنی جملہ خواہشات کو رضائی خداوندی کا تابع و فرمانبردار بنادینا ہو اس کو دہشت گردی اور خونریزی سے وابستہ نہ کیا گیا ہوتا۔ بھگوڑوں اور ظالمانہ عمل انجام دینے والوں کو مجاہد و جانباز کہہ کر جہاد جیسے مقدس فریضہ کو بدنام کرنے کی کوشش نہ کی گئی ہوتی اور ایک دو نہیں بلکہ سیکڑوں اور ہزاروں بے گناہوں کے قاتل کو شہید کہہ کر شہادت کو داغدار نہ کیا گیا ہوتا۔ واضح رہے کہ عصمت و طہارت اور جہاد و شہادت خالص اسلامی اصطلاحات ہیں جن کو سب سے پہلے مذہب اسلام نے دنیا والوں کے سامنے پیش کیا لہذا اسلام و قرآن نے ان کی شناخت کا جو معیار مقرر کیا ہے اس کو ہرگز نظرانداز نہیں کیا جاسکتا ہے اور اس قسم کی سازشوں کے ذریعہ اسلام کی نابودی کا خواب شرمندہ تعبیر ہونے والا نہیں ہے لہذا مقبوضہ اسلامی علاقوں میں سادہ لوح مسلمانوں کی گمراہی و بے راہ روی کو اسلام کی ناکامی نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔

ساری دنیا جانتی ہے کہ سردست افغانستان پر امریکی اور یوروپی اتحادی افواج کو بالادستی حاصل ہے اور فوجی سرپرستی میں کابل کے چوراہے پر افغانی مسلمانوں کی ریش تراشی اور افغانی خواتین کی نقاب سوزی کے ذریعہ اسلام کی نابودی کا خواب دیکھا جارہا ہے۔ سردست ۴۱ سالہ افغانی باشندہ کی عیسائیت اور افغانستان کی عدالت میں اس کے خلاف زیر سماعت مقدمہ کی گونج پوری یوروپی دنیا میں سنائی دے رہی ہے۔ امریکہ حکومت افغانستان سے پہلے ہی یہ مطالبہ کرچکا ہے کہ عبدالرحمٰن نامی اس افغانی شہری کو اس کے پسندیدہ دین عیسائیت پر عمل کرنے کی سہولت و آزادی فراہم کی جائے۔ جرمنی، اٹلی اور کینیڈا نے بھی حکومت افغانستان سے یہی مطالبہ کیا ہے۔ عبدالرحمٰن نے سولہ برس پہلے پاکستان میں پناہ گزین جماعت کی امداد کرنے والی تنظیم کے ملازم کی حیثیت سے عیسائی مذہب قبول کرلیا تھا لیکن دو بچوں کی تولیت کے سلسلے میں عدالت میں مقدمہ چل رہا ہے اور اس مقدمہ کی وجہ سے علماء اور اصلاح پسندوں کے درمیان کشمکش جاری ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ افغانی عدالت عبدالرحمٰن کو پھانسی کی سزا بھی دے سکتی ہے۔ اٹلی کی وزارت خارجہ نے یہ اعلان کیا ہے کہ اگر اس خبر کی

تصدیق ہوجاتی ہے تو اٹلی انسانی حقوق کے دفاع کی خاطر اس کی بھرپور مخالفت کرے گا۔

دوسری طرف واشنگٹن میں افغانی وزیر خارجہ عبداللہ کے ساتھ ایک پریس کانفرنس کو مخاطب کرتے ہوئے امریکی معاون وزیرخارجہ نیکولس برنس Nicholas Burns نے حکومت افغانستان سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ وہ عبدالرحمٰن کے مذہبی حقوق کا احترام کرے۔ امریکی معاون وزیر خارجہ نے مزید کہا کہ ان کی حکومت آزادی دین کی بھرپور حمایت کرتی ہے۔ جہاں تک میں جانتا ہوں افغانی آئین میں آزادی دین کی سہولت فراہم کی گئی ہے لہذا مجھے امید ہے کہ افغانی عدالت بھی اس آئینی حق کو قائم رکھنے میں معاون ثابت ہوگی۔

اس کے علاوہ بی بی سی نامہ نگار Jonathan Beale نے واشنگٹن سے خبردی ہے کہ اس واقعہ کی وجہ سے امریکہ بے چینی کا شکار ہے کیونکہ امریکہ جمہوریت اور آزادی کے قیام کے لئے افغانستان میں بہت بڑا سرمایہ لگاچکا ہے اور افغانستان کے حالیہ سفر کے دوران صدر بش نے اس بات پر اپنی خوشی کا اظہار کیا ہے کہ کابل کو اب طالبانی مظالم سے پوری طرح نجات حاصل ہوچکی ہے۔ صدر بش کے اس بیان کی کوئی اہمیت ہی نہیں رہ جاتی اگر افغانی عوام کو مذہبی آزادی جیسی چیز حاصل نہیں ہے۔

اٹلی کے وزیر خارجہ نے اس سلسلے میں یہ اعلان کیا کہ عبدالرحمٰن کی گرفتاری درحقیقت آزادی کے بنیادی اصول اور انسانی حقوق کے دفاع کی خلاف ورزی ہے اور جرمنی کے Cardinal Lehmann کا خیال ہے کہ اس واقعہ نے مذہبی آزادی کے خلاف خطرہ کی گھنٹی بجادی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کینیڈا نے افغانستان سے انسانی حقوق کی حفاظت کا مطالبہ کیا ہے۔ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ عیسائیت قبول کرنے والے افغانی باشندہ کے خلاف تادیبی کارروائی افغانی شرعی قانون کی تنگ نظری کی علامت ہوگی۔

اگر ایک افغانی مسلمان کی عیسائیت پر حرف آجائے تو پوری دنیائے عیسائیت میں ہلچل پیدا ہوجاتی ہے اور یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ جمہوریت، آزادی اور انسانی حقوق کی پامالی کا بازار گرام ہوگیا ہے۔ بات فقط فلک شگاف نعروں تک ہی محدود نہیں رہ جاتی بلکہ سیاسی پناہ کے سایہ میں اس کو دیکھتے ہی دیکھتے اٹلی بلالیا جاتا ہے اور اٹلی کے وزیر اعظم کی طرف سے یہ اعلان جاری ہوتا ہے کہ اس افغانی باشندہ کو افغانی عدالت کی طرف سے ممکنہ سزائے موت سے بچانے کے لئے اسے اٹلی میں پناہ دی گئی ہے۔ واضح رہے کہ اسی اثنا میں اس ۴۱ سالہ عبدالرحمٰن نامی افغانی باشندہ کو پاگل و دیوالیہ

قرار دیتے ہوئے عدالت نے آزاد کردیا اور اس آزادی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے دیکھتے ہی دیکھتے اٹلی پہنچادیا گیا اور افغانی پارلیامنٹ کی یہ آواز صدا بہ صحرا ہوکر رہ گئی کہ عبدالرحمٰن ملک سے باہر نہ جانے پائے!

واضح رہے کہ افغانستان پر حکمرانی کرنے والی موجودہ حکومت، اسلامی شریعت کی پابند ہے اور اسلامی شریعت کے بموجب کسی مسلمان کو اسلام سے روگردانی اور ارتداد کی اجازت نہیں ہے بلکہ اس کو مجرمانہ عمل قرار دیا گیا ہے اور اس کی سزا بھی بیان کی گئی ہے لیکن افغانستان کے داخلی امور میں اعلانیہ مداخلت کرتے ہوئے عبدالرحمٰن کو اٹلی میں پناہ دے دی گئی اور دنیا بھر میں قتل و غارت گری پھیلانے والے ملک امریکہ کے نائب وزیر خارجہ مسٹر برنس Mr. Burns نے اس اقدام کی ستائش کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ان کی حکومت مذہبی آزادی کی بھرپور حمایت کرتی ہے اور افغانستان کا آئین بھی آزادی دین کی حمایت کرتے ہوئے افغانی باشندوں کو اس آزادی سے محروم نہ رکھے گا بلکہ افغانستان کی عدالت بھی اس آزادی کا احترام کرے گی۔غور طلب بات یہ ہے کہ حکومت امریکہ نے افغانستان کی تعمیر و ترقی کے نام پر اس ملک میں اپنی فوج تعینات کررکھی ہے اور آزادی و جمہوریت اور انسانی حقوق کی بحالی کے بہانے اس ملک پر اپنا ناجائز تسلط برقرار رکھے ہوئے ہے اور اس مقبوضہ سرزمین میں آزادی دین کے نام پر تبدیلی دین کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے جو تمام عالمی قراردادوں اور معاہدوں کی خلاف ورزی ہے لیکن طاقت، دولت اور اسلحوں کی مدد سے اس غیر قانونی عمل کو قانونی قرار دیتے ہوئے غیر معمولی عملی و سیاسی بیداری سے مالامال موجودہ دنیای بشریت کی آنکھ میں دھول جھونکتے ہوئے جنوں کو خرد اور خرد کو جنوں کے نام سے موسوم کیا جارہا ہے۔

اسلامی آئین و قوانین سے ناواقف اور نام نہاد و بےعمل مسلمانوں کی مفلوک الحالی کو اسلام کی بے سروسامانی قرار دینے والے مغربیت کے متوالے دانشوروں کو بخوبی سمجھ لینا چاہئے کہ اسلام ایک مجموعۂ قوانین اور مکمل ضابطۂ حیات کا نام ہے۔ اس کا کوئی خفیہ پروگرام نہیں ہے بلکہ اس کا قانون قرآنی تعلیمات اور سیرت نبوی پر منحصر ہے اور یہ انسان کو اس بات کی مکمل آزادی فراہم کرتے ہوئے اس سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ زر، زن اور زمین کی لالچ، خوف و دہشت اور زور و زبردستی سے پوری طرح آزاد رہتے ہوئے اسلامی شریعت کا بھرپور مطالعہ و تجزیہ کرے اور پوری سوجھ بوجھ کے ساتھ خداوند عالم کی وحدانیت اور رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰؐ کی رسالت کا اعتراف کرتے ہوئے

پوری رضا و رغبت کے ساتھ بارگاہ عالیہ خداوندی میں سرِتسلیم خم کرتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہوجائے اسلام قبول کرنے کے بعد اب مردِ مسلمان کو ہمہ وقت اور ہر حال میں رضای الٰہی اور خوشنودی پروردگار کے لئے کام کرنا ہے۔ اب اس کی اپنی کوئی رضا و رغبت نہیں بلکہ اسے ہر حال میں راضی بہ رضای الٰہی رہنا ہے اور خداوند عالم کی رضا و خوشنودی کو ہی اپنے اعمال و افعال کی کسوٹی قرار دینا ہے۔ خداوند عالم نے جن اعمال کے انجام دینے کا حکم دیا ہے انہیں انجام دینا ہے اور جن اعمال کی بجاآوری سے روکا ہے ان سے دور رہنا ہے۔ اسلام خداوند عالم کا پسندیدہ دین ہے۔ قرآنی ہدایت کے بموجب ''لَااِکْرَاہَ فِی الدِّینِ'' اس کی تبلیغی راہ و روش کی اساس ہے یہ جبر و تشدد اور ظلم و جور کے ذریعہ نہیں بلکہ اخلاق حسنہ کے ذریعہ لوگوں کو اپنا گرویدہ بناتا ہے اور اپنی بشر دوستی کے ذریعہ ہی اس نے پوری دنیا میں حیرت انگیز وسعت و مقبولیت حاصل کی ہے۔ یہ دوسروں کی عیب جوئی کے بجائے انسان کو محاسبۂ نفس کی تعلیم دیتا ہے اور دشمن کے خلاف جنگ کو جہاد اصغر اور اپنے نفس کے خلاف جنگ و نبردآزمائی کو جہاد اکبر سے تعبیر کرتا ہے اور حقیقت بیں نگاہوں سے دیکھا جائے تو یہی ''راہِ اسلام'' ہے۔ والسلام